Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
جلد ۴۲/۷۷ ہفتہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ - ۳۰ ہجرت ۱۳۷۱ہش - ۳۰ مئی ۱۹۹۲ء نمبر ۱۲۴

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی صحت کے بارے میں دُعا کی درخواست

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد کی صحت زیادہ خراب ہے۔ ماہر ڈاکٹروں کی زیر نگرانی علاج جاری ہے۔ احباب کرام سے محترم شیخ صاحب کی جلد اور کامل صحت یابی کے لئے خصوصی دُعاؤں کی درخواست ہے۔

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"ایک ضرب المثل ہے جو دعا کے مضمون کو خوب ادا کرتی ہے اور وہ یہ ہے:۔

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا

یعنی جو مانگنا چاہتا ہے اس کو ضروری ہے کہ ایک مَوت اپنے اوپر وارد کرے اور مانگنے کا حق اسی کا ہے جو اوّل اس مَوت کو حاصل کر لے۔ حقیقت میں اسی مَوت کے نیچے دعا کی حقیقت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے۔ جب انتہائی درجہ اضطرار کا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشّان حقیقت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اسے چاہیئے کہ دعا کرے۔"

(ملفوظات جلد سوم صہ ۶۱۸)

"ان آنکھوں سے وہ نظر نہیں آتا بلکہ دعا کی آنکھوں سے نظر آتا ہے کیونکہ اگر دعا کے قبول کرنے والے کا پتہ نہ لگے تو جیسے لکڑی کو گھن لگ کر وہ نکمّی ہو جاتی ہے ویسے ہی انسان پُکار پُکار کر آخر دہریہ ہو جاتا ہے۔ ایسی دعا چاہیئے کہ اس کے ذریعہ ثابت ہو جاوے کہ اس کی ہستی برحق ہے۔ جب اس کو یہ پتہ لگ جاوے گا تو اس وقت وہ اصل میں صاف ہو گا۔ یہ بات اگرچہ بہت مشکل نظر آتی ہے لیکن اصل میں مشکل بھی نہیں ہے۔ بشرطیکہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیوے۔"

(ملفوظات جلد سوم صہ ۶۱۸)

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات طلب کرتے رہو

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیّدنا حضرت فضلِ عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

"یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ جو بڑے کام ہوتے ہیں ان کی تکمیل کے لئے ایک لمبے عرصہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ عظیم الشان انعامات جن کے مانگنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے وہ بغیر بڑی قربانیوں کے نہیں مل سکتے (۔) خدا تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں (ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تُو نے انعام کیا ہے) کہہ کر یہ دُعا سکھائی ہے کہ تم بڑے سے بڑے انعام طلب کرو۔ پس جب دُعا سکھائی ہے کہ تم بڑے سے بڑے انعام طلب کرو۔ پس جب دُعا سکھانے والے نے بخل سے کام نہیں لیا دینے والے کے ہاں کمی نہیں تو مانگنے والا کیوں مایوس ہو۔۔ خدا تعالیٰ سے اس کی بڑی سے بڑی طلب کرنی چاہئے۔ ہاں روحانی نعمتوں کو معین طور پر مانگنا نادانی ہوتا ہے۔ طبیب کو ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ بہتر سے بہتر نسخہ دے مگر یہ کہنا کہ معجون فلاسفہ دو یا ایسٹرن سیرپ دو بے وقوفی ہے۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مانگنے والے کے لئے کونسی روحانی نعمت بہتر ہو گی مثلاً ایک شخص نفلوں کی توفیق اور اس کے ذریعہ قرب الٰہی مانگتا ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے روزوں سے ترقی مقدر ہو۔ پس رُوحانی انعامات کو معیّن طور پر مانگنا قرب الٰہی

باقی صہ پر

درخواست دعا

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اطلاع دیتی ہیں کہ

"عزیزہ درثمین صاحبہ بیگم سیّد شعیب احمد صاحب کا امریکہ میں ڈِسک کا آپریشن ۲۷ مئی کو دو بجے ہوا ہے۔ آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ مکمل شفایابی کے لئے دعا کریں۔ عزیزہ درثمین سیّد محمود احمد صاحب ناصر کی بہو اور صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کی صاحبزادی ہیں۔

تقریب شادی

عزیزہ امۃ النور صاحبہ بنت مکرم سید جمیل احمد صاحب مقیم فیڈرل بی ایریا کراچی کے نکاح کا اعلان ہمراہ مکرم سید محمد اسلم داؤد صاحب ابن مکرم سیّد محمد داؤد صاحب حال مقیم کینیڈا ۱۵ مئی ۱۹۹۲ء کو بیت النور سوسائٹی کراچی نمبر ۳۸ میں مکرم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد نے مبلغ دس ہزار کینیڈین ڈالر حق مہر پر فرمایا۔

عزیزہ امۃ النور محترم حکیم خلیل احمد صاحب مونگیری سابق ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کی پوتی اور مکرم بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار درویش قادیان کی نواسی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس رشتہ کے ہر لحاظ سے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دُعا کریں۔

ضروری اعلان

○ ایک شخص محمد حسین ولد چوہدری رحم دین قوم گجر موضع چک ٹلہ تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال فراڈ کے ذریعہ مختلف جماعتوں میں جا کر رقوم وغیرہ حاصل کرتا ہے۔ احباب اس سے محتاط رہیں۔ (ناظر امور عامہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۳۰۔ ہجرت ۱۳۷۱ ہش ۳۰۔ مئی ۱۹۹۲ء

نیکی کا روشندان

دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی خوبی نہ ہو اور جو کبھی نہ کبھی ایسا کام نہ کرتا ہو جسے نیکی یا اچھائی نہ کہا جا سکتا ہو۔ سو فیصد خراب آدمی تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ انسان اچھی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اسے کتنا بھی مسخ کیا جائے تو پوری طرح مسخ کرنا ناممکن سی بات ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی ایک وقت میں کوئی شخص ایسا کام کرے جسے ہم قطعی طور پر بُرا کہیں۔ اور جس کی وجہ سے اس کے متعلق یہ حکم لگایا جائے کہ وہ انسان بہت بُرا ہے۔ لیکن زندگی تو ایک تسلسل ہے۔ باتوں کا تسلسل۔ کام کا تسلسل۔ اس تسلسل میں بُرے سے۔ بُرے آدمی سے بھی کبھی نہ کبھی کوئی اچھا کام ہو جاتا ہے۔ لیکن اچھا یا نیک انسان ہم اسے کہتے ہیں۔ جو بہت سی اچھی باتیں کرتا ہو جس سے بہت سے کام اچھے ہوں۔ یہ بھی نہیں کہ اس میں کوئی بھی خرابی نہ پائی جاتی ہو۔ لیکن وہ خرابی بہت کم ہوتی ہے۔ اس کا اظہار بہت کم ہوتا ہے اور جب ہوتا ہے تو اس کی عمومی اچھائی کی وجہ سے ہم کہہ دیتے ہیں۔ آخر انسان ہے۔ خطا کا پتلا۔ یعنی آدمی تو اچھا ہے لیکن چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس لئے اس سے بھی خطا ہو گئی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس سے زیادہ اچھے کام سرزد ہوں۔ جو زیادہ نیکیوں کی طرف مائل ہو اسے ہم اچھا یا نیک کہتے ہیں۔ کوشش یہ ہونی چاہئیے کہ انسان زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے۔

اس سلسلہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے۔ فرماتے ہیں۔

"اگر انسان پورے درجہ کی صفائی نہیں کرتا اور کامل تبدیلی نہیں کرتا تو اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ اس دیوار میں سوئی کے برابر شگاف کر دیں خواہ ایسے شگاف دس ہزار بھی کیوں نہ ہوں لیکن ان سوراخوں کے ذریعہ سے وہ روشنی اندر نہیں آ جائے گی جو کُل مکان کو خوب روشن اور منور کر دے لیکن جب ایک اچھا روشندان اس میں کھولا جائے تو اس سے کافی روشنی اندر آئے گی اور سارے مکان کو منور کر دے گی"۔

پس ہمیں چاہئیے کہ ہم اپنی زندگی میں نیکی کے روشندان کھولیں تاکہ نیکیوں کی روشنی ہمارے اندر آ کر ہمیں منور کر دے۔

بات چاندی ہے، خامشی سونا
اس سے غافل کبھی نہ تم ہونا
اس کو الٹا کے دیکھ سکتے ہو
بن نہ جائے کہیں، ہنسی ۔ رونا

ابوالاقبال

○

چاندنی شب تھی وہ یاد آئے بہت
میرے دل میں چاند گہنائے بہت

جب کسی اپنے نے دل توڑا مرا
اُس سمے کچھ لوگ یاد آئے بہت

ہم وفا کے قافلوں کے ساتھ تھے
عہد اور پیمان دُہرائے بہت

ہر گھڑی اِک امتحاں دل پر رہا
دوست دیواروں میں چنوائے بہت

دوستی کا ہر گھڑی رکھّا بھرم!!
دے کے خوشیاں درد اپنائے بہت

دوستوں پر وا ہوا جب دردِ دل
میری حالت دیکھ گھبرائے بہت

دوستی کی ہر شبیہہ مدہم لگی!
اَشک آنکھوں میں جو بھر آئے بہت

مَیں خدا کے نام پر خاموش ہوں
اور دشمن آج اترائے بہت

کھو گیا ہے ایک مجھ سے تیرا گھر
راستے میں یُوں تو گھر آئے بہت

جذبِ دل کو چوٹ عظمت جب لگی
تب شرر آنکھوں نے دکھلائے بہت

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔
"میں اگر کسی کے لئے دُعا کروں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اُس کا معاملہ صاف نہیں وہ اُس سے سچّا تعلق نہیں رکھتا تو میری دُعا اُس کو کیا فائدہ دے گی؟ لیکن اگر وہ صاف دل ہے اور کوئی کھوٹ نہیں رکھتا تو میری دُعا اس کے لئے نُورٌ علیٰ نور ہو گی"۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۶۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیّدنا حضرت فضل عمر۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے

علمی مسائل

جیسا کہ بائبل کے حوالہ سے ظاہر ہے سبت کا دن غلاموں، ملازموں اور قبیلہ کے لوگوں کو آرام دلانے اور عبادت کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یہ دونوں حکمتیں نہایت اہم ہیں اور یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کو مدّنظر رکھا جائے۔ یہودیوں میں سبت ہفتے کو منایا جاتا تھا۔ اور بائبل سے ہفتہ کا دن ہی اس بات کے لئے ثابت ہے (اس لئے سبت کے معنے ہی ہفتہ کے دن کے ہو گئے۔ ورنہ اصل معنے سبت کے یہی ہیں کہ جس دن روزمرّہ کے کام چھوڑ دیئے جائیں اور اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا سبت ہفتہ کو ہوتا ہے) ۔ ۔ ۔ اور اسی کی یاد میں یہودیوں کو سبت منانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آتا ہے "خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین دریا اور سب کچھ جو ان میں ہے بنایا۔ اور ساتویں دن آرام کیا اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔" (خروج باب ۲۰ آیت ۱۱ نیز دیکھو خروج باب ۲ آیت ۲ تا ۵)۔

عیسائیوں نے بھی سبت کی اہمیت کو تو تسلیم کیا ہے لیکن اس کے لئے اتوار کا دن قرار دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض یورپین اقوام اور بادشاہوں نے عیسائیت کی طرف رغبت ظاہر کی تو انہوں نے اپنے عیسائی ہونے کی شرط یہ رکھی کہ چھٹی کا دن اتوار قرار دیا جائے۔ اور ان لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے پادریوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور اس طرح وہ سبت کی بے حرمتی میں یہود سے بھی بڑھ گئے۔ کیونکہ یہود تو سبت کے دن کبھی کبھی کوئی فائدہ کا کام کر لیا کرتے تھے۔ لیکن عیسائیوں نے ہفتہ کے دن کو ہمیشہ کے لئے کام کا دن قرار دے دیا۔ اور آرام کے دن کے لئے اتوار کو چن لیا۔ اگر خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایسا ہوتا تو یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہ تھی مگر یہ جو کچھ ہوا خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت نہیں ہوا۔ اپنی مرضی سے ہوا۔ اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد ہوا۔ حضرت مسیح ناصریؑ خود سبت کا احترام کیا کرتے تھے، گو یہودیوں میں جو غلو سبت کے متعلق پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے وہ مخالف بھی تھے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"سبت کا دن انسان کے واسطے ہوا نہ انسان سبت کے دن کے واسطے"۔ (مرقس باب ۲ آیت ۲۷)

اس کے یہی معنی ہیں کہ اگر حقیقی ضرورتیں پیش آ جائیں تو اس میں سبت کے تفصیلی احکام کا لحاظ نہیں رکھا جا سکتا۔ اور نہ دین کے کاموں کو سبت روک سکتا ہے۔ یہودیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ سبت کے دن تقریر کرنی وعظ کرنا اور دوسرے نیکی کے کام کرنے بھی ناجائز ہیں۔ حالانکہ سبت کے دن تو صرف دنیوی کاموں سے روکا گیا تھا۔

ابتدائی ایّام میں عیسائی اقوام برابر سبت کا دن مناتی چلی آئی ہیں۔ (دیکھو انسائیکلو پیڈیا ببلیکا جلد ۴ اور جیوئش انسائیکلو پیڈیا جلد ۱۰ ص ۶۰۳)۔ خواہ حواریوں کے زمانے سے ہی غیر یہودی قوموں میں اتوار کے دن کا احترام بھی جو کہ آرین نسلوں کا مقدس دن ہے ساتھ ساتھ جاری تھا۔ چنانچہ پولوس نے کرنتھیوں کے نام جو پہلا خط لکھا ہے اس میں تحریر ہے :۔

"ہر ہفتہ کے پہلے دن (یعنی اتوار کو) تم میں سے ہر کوئی اپنی آمدنی کے موافق جہاں تک فائدہ اٹھایا کچھ جمع کر کے اپنے پاس رکھے تاکہ جب میں آؤں تو چندہ کرنا نہ پڑے"۔ (باب ۱۶ آیت ۲)۔

اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتوار کے دن وہ لوگ چھٹی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح اعمال باب ۲۰ میں پولوس کے ذکر میں لکھا ہے۔ "اور ہفتہ کے پہلے دن (اتوار کو) جب شاگرد روٹی توڑنے کو اکٹھے ہوئے۔ پولوس نے کہ دوسرے دن جانے کو تھا ان کے ساتھ کلام کیا اور اپنا کلام آدھی رات تک بڑھایا"۔ (۸ - ۵)

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر یہودی قوموں کے اجتماع عام طور پر اتوار کے دن ہوا کرتے تھے شاید اس لئے کہ وہ ان کی قومی چھٹی کا دن تھا۔ بعض مصنفین لکھتے ہیں کہ اتوار کے دن عیسائیوں نے سبت کا منانا اس لئے شروع کیا تا کہ غیر یہودی قوموں میں ان کی مخالفت نہ پیدا ہو۔ برنباس کے خط میں لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح اس دن مُردوں سے جی اٹھے تھے۔ (جیوئش انسائیکلو پیڈیا جلد ۴)

بہرحال کوئی وجہ بھی ہو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف تھا۔"

فارسی منظوم کلام

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

اَے خالقِ ارض و سماء برمَن درِ رحمت کُشا
دانی تو آں دردِ مرا، کز دیگراں پنہاں کُنم

یعنی: اے خالقِ ارض و سماء مجھ پر رحمت کا دروازہ کھول تو میرے اس درد کو جانتا ہے۔ جسے میں اوروں سے چھپاتا ہوں اور

از بس لطیفی دِلبرا در ہر رگ و تارم درآ
تا چوں بخود یابم تُرا دل خوش تراز بُستاں کُنم

یعنی: اے دلبر تو بے حد لطیف ہے میرے ہر رگ و ریشہ میں داخل ہو جا تاکہ جب تجھے اپنے اندر پاؤں تو اپنا دل چمن سے بھی زیادہ خوش تر کروں۔

ان دو اشعار میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور اسی کی رحمت کے طلب گار ہونے کا اظہار فرماتے ہیں بلکہ یہ بات خاص طور پر پیش فرماتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ انسان کے اندر اس طرح داخل ہو جائے یعنی انسانی زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے۔ کہ گویا وہ اس کے ہر رگ و ریشہ میں موجود ہے تو انسانی زندگی باغوں سے بھی زیادہ خوش تر ہو جاتی ہے۔ باغ بے شک خوش نما ہیں ان میں پودے ہیں پھول ہیں۔ پھولوں کی خوشبو ہے۔ پھولوں کے مختلف رنگ موجود ہیں اور اسی لئے باغ انسانوں کو دل پسند ہیں لیکن اگر خدا تعالیٰ انسان کے اندر موجود ہو تو ہر خوشبو اور ہر رنگ اسے اپنی ذات میں ہی مل جائے گا۔

پہلے شعر میں حضور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے خدا تو اپنی رحمت کا دروازہ میرے لئے کھول دے اور اس سلسلے میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں جن دردوں کو دوسروں سے چھپاتا ہوں وہ تجھ سے نہ صرف چھپانے کی ضرورت نہیں بلکہ تو از خود انہیں جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ ان دردوں کو جانتا ہے اس پر وہ درد ظاہر ہیں جن میں سے حضور اپنی زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالب ہوتے ہیں۔

دوسرے شعر میں اللہ تعالیٰ کو حضور نے دلبر کہہ کر پکارا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ تو نہایت لطیف دلبر ہے۔ تمام دلبروں سے بہتر اور تمام دلبروں سے زیادہ انسان کو سکینت پہنچانے والا اور عرض یہ کیا ہے کہ اے خدا تو میرے رگ و ریشہ میں سما جا میری زندگی کے ہر پہلو میں تو ہی تو نظر آئے۔ میرا ہر قول اور میرا ہر فعل تیری محبت میں ہو اور تیرے لئے ہو اور اگر ایسا ہو سکے تو حضور فرماتے ہیں کہ میں یہ سمجھونگا کہ چونکہ میں نے تجھے پا لیا ہے میرا دل باغوں سے بھی زیادہ خوش تر ہو گیا ہے وہ سبھی کچھ جسے حسن اور احسان کہا جا سکتا ہے وہ تیری وجہ سے میرے پاس موجود ہے چونکہ تو میرے پاس موجود ہے اس لئے ہر وہ بات جس کا تجھ سے تعلق ہے۔ وہ میرے پاس موجود ہے۔

ان دونوں اشعار کو پڑھ کر انسان لطف اندوز بھی ہوتا ہے اور اس کے دل میں یہ جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس نے جو کچھ مانگنا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگے جس مصیبت مشکل اور ابتلا کا ذکر کرنا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے کرے اور اسی کو اپنا دلبر سمجھتا ہوا اس سے دعا کرے کہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہو جائے اس کا ہر قول اور اس کا ہر فعل اسی کے لئے ہو جائے یہی بات ہے جو اسے رنگ بھی عطا کرے گی اور خوشبو بھی۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر سجاد باقر رضوی

ادب اور زندگی کا رشتہ

(اردو کانفرنس ۱۹۶۴ء منعقدہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا ایک مقالہ)

اگر کوئی سکہ کثرت استعمال سے اتنا گھس جائے کہ اس پر کوئی نشان باقی نہ رہے یا کوئی نوٹ پرانا ہو جائے اور پھٹ جائے تو ہم ایسے سکوں اور نوٹوں کو اول تو قبول نہیں کرتے اور اگر قبول کرتے ہیں تو بہ جبر و اکراہ اور پھر انہیں جلد از جلد اپنی جیب سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ کچھ اسی قسم کا رویہ موضوعات اور تصورات کے ساتھ بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ ہم ایسے موضوعات کے بارے میں جو روزمرہ کے لین دین کی وجہ سے پرانے نوٹوں کی طرح میلے اور بدنما ہو جاتے ہیں یا تو سوچتے نہیں اور اگر مجبوراً سوچنا پڑے تو جلد ہی انہیں ذہن سے خارج کر دیتے ہیں۔

"ادب برائے زندگی" اور "ادب برائے ادب" کے بارے میں اردو کا تنقیدی سرمایہ کسی حیثیت سے کم نہیں ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان موضوعات پر اتنا زیادہ سوچا اور لکھا گیا ہے کہ اب ان میں اضافے کی کوشش کا مطلب بے جا تکرار ہوگا۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ جن موضوعات کی ذیل میں میری ذہنی نشو و نما ہوئی ہے ممکن ہے وہی موضوعات مجھ سے کم عمر طالب علموں اور دانشوروں کے لئے نئے ہوں اور ایسے میں محض پچھلی باتوں کو دہرا دینا بھی کوئی عیب نہ ہوگا۔ مگر اب جبکہ اس احساس کے تحت میں چند باتیں کہنے کھڑا ہوا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے اردو کے سارے جانے پہچانے ادیب صف آرا ہو گئے ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر بلاواسطہ یا بالواسطہ کوئی نہ کوئی بات ضرور کہی ہے۔ اور جب میں ان سے آنکھیں چراتا ہوں تو اردو ادب کی دو بڑی تحریکیں سامنے ابھر آتی ہیں ——— "ترقی پسند تحریک" اور "ارباب ذوق" کی تحریک ——— یہ دونوں تحریکیں انہیں دو موضوعات کی بنیاد پر ایک مدت تک آپس میں دست و گریباں رہی ہیں۔

لیجئے ایک لمحہ کے لئے میں اپنی آنکھیں بند کرتا ہوں اور اندھیرے میں ایک خاص زاویئے سے روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس طرح اس بات کا امکان ہے کہ حقائق، جو ہر جانب بکھرے پڑے ہیں کسی خاص ترتیب سے میرے سامنے آجائیں۔ آخر آپ اپنے سکوں اور نوٹوں کو بینک سے تبدیل بھی تو کر سکتے ہیں ——— پرانے موضوعات پر نئے زاویوں سے نگاہ ڈالنا۔ انہیں نئے سرے سے مرتب کرنا، ان کا از سر نو تجزیہ کرنا، اور اس طرح انہیں نئے مفاہیم سے روشناس کرنا بھی تو کسی قدر اور اہمیت کا کام ہے؟۔ ذرا غور کیجئے تو پتہ چلے گا کہ زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک اکثر مسائل عہد بہ عہد اپنا سر اٹھاتے رہے ہیں، عہد بہ عہد اکثر سوالات کی نوعیت ایک ہی رہی ہے البتہ ہر عہد میں مسائل کے حل اور سوالات کے جواب، عہد کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہو جاتے ہیں۔ گویا سونا ہر عہد میں ایک ہی ہوتا ہے مگر ہر زمانہ اپنے اپنے فیشن اور اپنے اپنے ذوق کیمطابق زیورات ڈھالتا ہے۔ لیجئے، میں بھی اس پرانے سوال کا، کہ ادب اور زندگی کے درمیان کیا رشتہ ہے، آج کے تقاضوں کے مطابق، جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تاہم، آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ میں ذرا اس سوال کو الٹ پلٹ کر دیکھ لوں۔

اب آپ بھی میرے اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں اور اس سوال کو دو مختلف سمتوں سے دیکھیں (۱) زندگی کی طرف سے (۲) ادب کی طرف سے۔ اس سوال کو زندگی کی طرف سے دیکھئے تو ضمنی سوالات یہ ہوں گے:۔

(۱) ادب کی تخلیق میں زندگی کا کیا رول ہوتا ہے؟

(۲) زندگی کس طرح ادبی تخلیق کے لئے محرکات و موضوعات فراہم کرتی ہے؟

(۳) معاشی، معاشرتی، اور سیاسی حالات ادب کی تخلیق پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں؟

(۴) زندگی میں ادب کا کیا مقصد ہے اور اس کی افادیت کیا ہے؟

آپ یہ بات نہ بھولئے کہ آپ زندگی کی طرف کھڑے ہیں اور جب زندگی کی طرف رہ کر آپ ان ضمنی سوالات کے جواب دیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ ادب کو بھی زندگی کے دوسرے عوامل کی طرح ایک عمل سمجھیں گے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ادب تجارت، سیاست، قانون اور انجینئرنگ کی طرح فعال عمل نہیں ہے اور جب آپ اس عمل کا مقابلہ دوسرے عوامل سے کریں گے تو پھر ادبی تخلیق کے عمل کو شک کی نظر سے دیکھیں گے۔ ادب سیاست اور معاشی سرگرمیوں کی طرح زندگی پر براہِ راست اثر انداز نہیں ہوتا اور شاید اسی لئے آپ اس عمل کو دیگر عوامل کی طرح سنجیدہ عمل نہیں سمجھیں گے۔ آپ کے ذہن میں ایک موٹا سا، سامنے کا سوال پیدا ہوگا کہ زندگی میں کونسا عمل بنیادی اہمیت کا حامل ہے! ماچس بنانے کا عمل جس کی غیر موجودگی میں بے شمار گھروں میں آگ نہیں سلگے گی یا شعر کہنے کا عمل جس کا بظاہر زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا یا کم از کم اتنا فوری اور روشن اثر نہیں ہوتا جتنا کہ ماچس کی ایک تیلی کا ہوتا ہے۔

اب آپ تھوڑی سی زحمت اٹھائیں۔ اور دوسری طرف آکر اسی سوال کو ادب کی طرف سے پرکھیں۔ دیکھا، آپ نے رخ بدلا تو اب آپ کے ضمنی سوالات کی نوعیت بھی بدل گئی (کیا آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ دنیا کے متعلق بلکہ دنیا کی ہر چیز کے متعلق آپ کے تصورات کا تعین وہ سمتیں کرتی ہیں جن کے مطابق آپ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں) لیجئے اب آپ کے ضمنی سوالات یہ ہو گئے:

(۱) ادب کا زندگی پر کیا اثر ہوتا ہے اور وہ زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

(۲) معاشرے کے طرز احساس کی تربیت میں ادب کا کیا حصہ ہے اور طرز احساس کی بدولت معاشرے کا فکری و شعوری نظام کس طرح متاثر ہوتا ہے؟

(۳) معاشرے کے افراد کی جذباتی تنظیم اور تزکیہ نفس کے لئے ادب کیا کام سرانجام دیتا ہے۔

(۴) اگر کسی قوم کی تخلیقی قوتیں اس کے افراد کے جذبات و احساسات تخیل اور وجدان، قوت مشاہدہ اور عرفان کی بدولت رونما ہوتی ہیں، تو ادب ان قوتوں کو تیز تر کرنے اور ان صلاحیتوں کی جلا کے لئے کیا کرتا ہے؟

اور اب اگر آپ ان ضمنی سوالات کے جوابات دیں تو ایسا معلوم ہوگا۔ گویا ادب اور فن کو زندگی پر فوقیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ زندگی کو نکھارنے اور اسے اعلیٰ سطحوں پر لے جانے کا کام ادب ہی سرانجام دیتا ہے۔ یورپ میں جب "ادب برائے ادب" کے دعویداروں نے اس زاویہ سے زندگی کو دیکھا تو انہیں زندگی ادب کے مقابلے میں پست و حقیر نظر آنے لگی، ادبی سرگرمی زندگی کی دوسری سرگرمیوں کے مقابلے میں اعلیٰ و ارفع معلوم ہوئی اور پھر کسی نے ادب کی بلندیوں سے زندگی کی پستیوں کو دیکھا تو یہ محاکمہ صادر کیا کہ "اگر یہی زندگی ہے تو ہمارے ملازم بھی ہمارے لئے جی لیں گے"۔

آپ نے دیکھا، ادب اور زندگی کے رشتوں کو زندگی اور ادب کی دو مختلف سمتوں سے دیکھنے کا نتیجہ دو مختلف نظریات کی صورت میں رونما ہوا۔ جنہوں نے ادب کو زندگی کی طرف سے دیکھا وہ زندگی کو مقصد اور ادب کو ذریعہ سمجھنے لگے، اور "ادب برائے زندگی" کے قائل ہوئے۔ اس کے برخلاف وہ جنہوں نے زندگی کو ادب کی طرف سے دیکھا وہ ادب کو مقصد اور زندگی کو ذریعہ سمجھنے لگے اور "ادب برائے ادب" کے قائل ہوئے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہر دو نقطہ ہائے نظر کے لوگ زندگی اور ادب کی دوئی کے قائل ہیں اور اسی لئے ان میں تضاد دیکھتے ہیں۔ دراصل ایسا نہیں ہے اگر وہ فی الواقعی زندگی اور ادب کی دوئی کے قائل ہوتے تو زندگی کو زندگی اور ادب کو ادب رہنے دیتے۔ وہ ادب اور زندگی میں تضاد تو ضرور دیکھتے ہیں مگر تضاد کو حل کرنے اور دوئی کو اکائی میں ضم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ادب برائے زندگی والے ادب کو زندگی بنانے کی سعی کرتے ہیں اور ادب برائے ادب والے پوری زندگی کو ادب بنا دینا چاہتے ہیں۔ تضادات کو حل کرنے اور دوئی کو اکائی میں تبدیل کرنے کی کوشش رومانوی ذہن کی خصوصیت ہے۔ "ادب برائے زندگی" کا نظریہ رومانوی حقیقت پسندی (ROMANTIC REALISM) کا نتیجہ ہے اور "ادب برائے ادب" کا نظریہ رومانوی عینیت پرستی (ROMANTIC IDEALISM) کی پیداوار ہے۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے، اور شاید آپ بھی اس بات میں میرے ہم خیال ہوں۔ کہ زندگی اور ادب دونوں اپنی اپنی جگہ علیحدہ علیحدہ واضح حقیقتیں ہیں، جن میں آپس کے لین دین اور مماثلتوں کے باوجود تضاد موجود ہے، اور جو ایک دوسرے کا بدل نہیں ہو سکتیں۔ ان دو حقیقتوں کے تضاد کو حل کرنے کی کوشش ایسی ہی ہے جیسے روشنی اور اندھیرے کے تضاد کو حل کرنے کیلئے روشنی اتنی تیز کر دی جائے کہ آنکھیں چندھیا جائیں ـــ مجھے معاف کیجئے، میں نے زندگی اور ادب کے تضاد کو واضح کرنے میں فوراً جلد بازی سے کام لیا ہے۔ دراصل یہ بات آج کی نہیں ہے۔ زندگی اور ادب کی کشمکش بہت پرانی ہے اور اس کی جڑیں عہد قدیم تک جاتی ہیں۔ مختلف زبانوں میں ادب اور شاعری کے خلاف احتجاج بلند ہوتے رہے ہیں۔ کبھی فلسفہ کے نام پر، کبھی اخلاقیات کے نام پر، کبھی سیاست کے نام پر اور کبھی عملی زندگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے نام پر ۔۔۔۔۔ اور یہ بات کہ "ادب برائے ادب" کے مبلغین نے مدافعتی کارروائی کو ترک کر کے زندگی پر براہ راست حملہ شروع کر دیا۔ تو یہ بات اردو ادب میں تو بالکل ہی نئی ہے اور یورپ میں انیسویں صدی کے اواخر سے شروع ہوئی۔

ذرا غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ زندگی اور ادب کے تضاد کی بنیاد عقل اور جذبہ کے تضاد پر ہے۔ یوں کہئے کہ ایک طرف تو عقل و شعور، فکری اور تنظیمی اصول زندگی ہے اور دوسری طرف جذبہ، تخیل، وجدان اور تخلیقی اصول زندگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفہ، اخلاقیات اور سیاست نے جو فکری و تنظیمی اصول زندگی کے تابع ہیں، ادب و فن کو، جن میں جذبہ، تخیل، وجدان یا تخلیقی اصول زندگی کا بھرپور اظہار ہوتا ہے، ہمیشہ اپنا حریف گردانا۔ اور یہی وجہ ہے کہ افلاطون اور مولانا حالی دونوں تخلیقی اصولوں سے خائف سے نظر آتے ہیں اور انہیں تنظیمی اصولوں کے تابع بنانا چاہتے ہیں۔ اور اب اگر آپ جذبہ کو عقل کا حریف مانتے ہوئے، جذبے کی طرف آگئے تو آپ صوفی ہو جائیں گے اور اگر دوسری طرف چلے گئے تو نیچری یا کم از کم عقلیت پرست ہو جائیں گے اور پھر سیّد احمد خاں کی طرح یہ کہیں گے کہ الفاظ کو محض مطالب و مفاہیم کی ادائیگی کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ یعنی استعارے کا خوف۔ اور اگر سیّد احمد خاں کے برخلاف استعاروں اور علامتوں کے گورکھ دھندے میں پھنس گئے اور انہیں مقصود بالذات سمجھنے لگے تو جدید ترین شاعری پیدا ہوگی یعنی مطالب و مفاہیم سے عاری۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہؤا۔ میں تو اس تضاد کی بات کر رہا تھا جو ایک طرف جذبہ تخیل اور وجدان اور دوسری طرف عقل و فکر کی صورت میں موجود ہے اور اس میں ادب اور زندگی کے تضاد کی بنیاد تیار ہا تھا یوں کہ زندگی کو منظم کرنے اور اسے سمجھنے کا کام عقل و فکر اور خیالات و نظریات کرتے ہیں، جنہیں میں زندگی کے "تنظیمی اصول" کا نام دیتا ہوں۔ ادب کے اساسی عناصر، جذبہ، تخیل اور وجدان ہیں اور انہیں میں "تخلیقی اصول زندگی" سے موسوم کرتا ہوں۔ اور اب آپ جذبہ اور عقل کے تضاد اور کشمکش کو، ادب اور زندگی کے تضاد اور کشمکش کو "تخلیقی اصول زندگی" اور "تنظیمی اصول زندگی" کا تضاد اور کشمکش سمجھ لیں۔

میں نے خواہ مخواہ مسئلے کو پیچیدہ بنا دیا ہے، میں آپ سے اس کی معافی چاہتا ہوں۔ دو سیدھے سادے جملوں میں بات اتنی سی ہے کہ ادب اور زندگی کے رشتہ کا ایک پہلو منفی ہے یعنی تضاد اور کشمکش۔ مگر بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ میں آپ کو ایک اور اُلجھن میں ڈالنے چلا ہوں اور وہ یوں کہ اب میں ایک بالکل مختلف بات کہنے لگا ہوں۔ آگے بڑھنے سے پہلے پانچ باتیں ذہن نشین کر لیجئے۔

(۱) کسی چیز کی تشکیل و تخلیق میں (یعنی ہر اس چیز میں جس کی کوئی متعین صورت اور ہیئت (FORM) ہو) تنظیمی اصول ذریعہ اور تخلیقی اصول مقصد ہوتا ہے۔

(۲) عملی زندگی میں اشیا بطور ذریعہ استعمال ہوتی ہیں اس لئے اس میں تنظیمی اصول کی برتری لازم ہے۔

(۳) ادب و فن اور دیگر تہذیبی سطحوں پر اشیا میں (یعنی شاعری، مصوری، اور رسومات (RITUALS) وغیرہ میں) ذریعہ اور مقصد یکجا ہو جاتے ہیں۔

(۴) ہر تخلیق میں (جس کی کوئی صورت و ہیئت (FORM) ہو) تنظیمی و تخلیقی اصولوں کا اختلاط اور ارتباط ضروری ہے۔

(۵) جس چیز کو جتنا زیادہ بطور ذریعہ استعمال کیا جائے گا اس میں اتنا ہی تنظیمی اصول حاوی ہوگا اور جتنا اسے مقصود بالذات سمجھا جائے گا اتنا ہی تخلیقی اصول حاوی ہوگا۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں اب ایک مختلف بات کہنے جا رہا ہوں۔ زندگی اور ادب دونوں ہی میں ہمیں مختلف شکلیں، مختلف صورتیں اور ہیئتیں (FORMS) نظر آتی ہیں۔ ہر صورت اور ہیئت کی تخلیق چاہے وہ زندگی میں ہو یا ادب میں تنظیمی و تخلیقی دونوں اصولوں کے اختلاط اور ان کی مکمل ہم آہنگی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ تنظیمی و تخلیقی اصولوں کا رشتہ مرد اور عورت کا رشتہ ہے۔ اور زندگی اور ادب دونوں میں ہر نئی صورت اور ہر نئی ہیئت ان دو اصولوں کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔* آپ کو یاد ہوگا میں پہلے یہ کہہ چکا ہوں کہ ادب اور زندگی کا رشتہ، تخلیقی اور تنظیمی اصول زندگی کا رشتہ کشمکش اور تضاد پر مبنی ہے۔ اور اب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مختلف ہیئتوں (FORMS) کی تشکیل و تخلیق میں یہ دو اصول ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ اب آپ ان دونوں باتوں کو یکجا کر لیں۔ یعنی اب پوری بات یہ ہوئی کہ ادب اور زندگی کے رشتہ کا ایک پہلو منفی ہے اور ایک مثبت۔ منفی پہلو کے اعتبار سے ادب اور زندگی کا رشتہ آپس کے تضاد اور کشمکش پر قائم ہے۔ مثبت پہلو کے اعتبار سے یہ رشتہ ہم آہنگی اور اختلاط پر مبنی ہے۔

II

اب میں اس نظریاتی بحث سے ہٹ کر دو چار سیدھی سادی باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ بالعموم ادب کی تعریف کرتے ہوئے ہم اسے زندگی کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بات میں چنداں قباحت نہیں لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم زندگی کو ادب کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ در اصل ادب اور زندگی کے رشتے کو بخوبی سمجھنے کے لئے یہ دونوں طریقے بیک وقت ضروری ہیں۔ اب تک یہ ہوتا آیا ہے کہ جب زندگی کے حوالے سے ادب کو سمجھنے کی کوشش کی گئی اور اسے ادب کے مقابلہ میں اہم سمجھا گیا تو اکثر ادب پروپیگنڈے کے حدود میں داخل ہو گیا۔ اور جب زندگی کو ادب کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش ہوئی اور ادب کو زندگی پر مقدم سمجھا گیا تو ادب زندگی سے علیحدہ ہو کر تجریدی شکل اختیار کر گیا۔ زندگی ادب سے بے نیاز ہو تو بنجر اور غیر تخلیقی ہو جاتی ہے۔ ادب زندگی سے ماوراء ہو تو بے جان ہیئت اور مُردہ لاش بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں زندگی اور ادب دونوں بے معنی ہوں گے۔ آئیے اب ہم یہ دیکھیں کہ ادب اور زندگی دونوں ایک دوسرے کو کیا دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے کیا لیتے ہیں۔

ہر دَور اور ہر عہد میں دو قسم کی تاریخیں رقم ہوتی ہیں۔ کسی معاشرے کی عقلی و فکری تاریخ اس کی سیاست، اس کے قوانین، اخلاقی ضابطوں اور معاشی عوامل سے اخذ کی جاتی ہے۔ لیکن احساس کی تاریخ اس معاشرے کے مذہب، ادب اور فن میں مضمر ہوتی ہے۔ عقل و فکر کی تاریخ دَور کے خاتمے اور معاشرے کی بے ترتیبی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ سیاست، قانون، اخلاقی ضابطے اور معاشی عوامل محض یادداشت کی صورت میں باقی رہتے ہیں۔ لیکن احساس ادب و فن کے حوالے سے زندہ رہتا ہے۔ اور ہر عہد میں موثر اور محرک ثابت ہوتا ہے۔ ایک اور طرح دیکھئے تو عقلی و شعوری تاریخ کے پیچھے بھی احساس اور جذبے کی قوت ہوتی ہے۔ جب عقل و شعور اور جذبہ و احساس کا تضاد شدید ہو جاتا ہے تو افراد کی ذات کی طرح معاشرہ بھی ٹوٹنے اور بکھرنے لگتا ہے۔ افراد کی ذات میں جذبے اور عقل کی کشمکش اور ان کا شدید تضاد ان کی مجتمع شخصیت کے دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور اس طرح ان کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔ معاشرے میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جب اجتماعی شعور اجتماعی لاشعور سے، اجتماعی عقل اجتماعی احساس سے ہم آہنگ نہیں رہتی تو پورا معاشرہ پاگل ہو جاتا ہے، اس کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

معاشرے میں ادب کا رول یہ ہے کہ وہ اجتماعی شعور اور اجتماعی لاشعور کے درمیان رابطہ اور یگانگت قائم رکھتا ہے۔ معاشرے کی صحت کے لئے اس کے نظم و ضبط اور توازن کو برقرار رکھنے کے لئے ادب وہی کام سر انجام دیتا ہے جو فرد کی زندگی میں خوابوں کا ہوتا ہے۔ افراد کی زندگی میں خواب تنظیم ذات کا کام کرتے ہیں اور معاشرے کی زندگی میں یہ کام ادب کرتا ہے۔ گویا ادب معاشرے کا خواب ہے۔

آپ نے ادب کی ایک تعریف جو زندگی کے حوالے سے کی جاتی ہے بارہا سُنی ہوگی اور وہ یہ کہ ادب زندگی کا عکاس ہے یا یہ کہ ادب فطرت کی تقلید ہے۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں کہ ادب اپنے وجود اور اپنی بقا کی خاطر زندگی کی عکاسی کرتا ہے، فطرت کی تقلید کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کسی حد تک صحیح ہو مگر صرف کسی حد تک، ایک اور زاویہ سے دیکھئے تو اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ زندگی اور فطرت دونوں اپنی اعلیٰ ترین سطحیں اور اپنے اعلیٰ ترین کوائین کو معیّن صورت میں دیکھنے کیلئے خود کو ادب میں پیش کرتے ہیں۔ ادب عملی طور پر فعال نہیں ہوتا، وہ صرف اپنے بخشے ہوئے تاثرات کے ذریعے عمل کی صورتیں پیدا کرتا ہے بالکل ایسے جیسے آئینہ عملی طور پر فعال نہیں ہوتا۔ ادب کا آئینہ زندگی اور فطرت کی عکاسی کے لئے نہ تو خود ان کے پاس جاتا ہے اور نہ آپ ہی آپ وجود میں آتا ہے۔ زندگی اور فطرت خود اپنی اعلیٰ و حسین صورتیں ادب کے آئینے میں دیکھنے کے لئے خود کو اس آئینہ میں پیش کرتی ہیں اور اس طرح اپنی رونمائی کرتی ہیں۔

ادب میں زندگی کا انتشار منظم اور منضبط صورت میں رونما ہوتا ہے۔ یہ ایک تخلیقی کام ہے۔ اس لئے کہ اس سے سانچے اور ہیئتیں وجود میں آتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوتا ہے کہ پُرانے بے جان سانچے ادب میں نئے سرے سے ترتیب پاتے ہیں۔ اور اب مجھے وہ مغربی

باقی صـ۶ پر

---

* میں نے اپنے اکثر مضامین میں تنظیمی اصول زندگی کو "پدری اصول" اور تخلیقی اصول زندگی کو "مادری اصول" بھی کہا ہے۔ اکثر احباب کسی نفسیاتی اُلجھن (COMPLEX) کے باعث ان اصطلاحات سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ـــــــ نون۔ سین

عراق کی نئی سرحدیں؟

عراق کے ایک وزیر نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ نے عراق اور کویت کی جو نئی سرحدیں متعین کی ہیں وہ عراق کو کلی طور پر ناقابل قبول ہیں اور اگر اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل نے ان کی تصدیق کر دی تو وہ اس علاقے کو دھماکہ خیز مادہ کا خطہ بنا دے گی۔ وزارت خارجہ کے منسٹر آف سٹیٹ محمد سعید اصحاف نے عراقی پارلیمنٹ کے ایک خصوصی اجلاس کو بتایا کہ اقوام متحدہ کے کمیشن نے جو نئی سرحدوں کا تعین کیا ہے نہایت غیر منصفانہ ہے اور یہ مغرب کے دباؤ کے ماتحت کیا گیا ہے۔ اس میں کویت کے لئے جنبہ داری استعمال کی گئی ہے کمیشن نے گذشتہ اپریل میں یہ سفارش کی تھی کہ موجودہ سرحدوں کو شمال کی طرف بڑھایا جائے۔ عراق کا زیادہ تر بحری اڈا جو ام قصر میں ہے کویت کو دیا جائے اور اسی طرح رمیلہ کا ایک خاصا حصہ بھی عراق سے کاٹ دیا جائے۔ صحاف نے کہا کہ اگر سیکورٹی کونسل نے اس کی توثیق کر دی تو حقیقتاً یہ ایک بہت بڑا غلط اقدام ہوگا۔ وزیر موصوف نے یہ بھی بتایا کہ عراقی وزیر خارجہ نے ایک خاصا طویل خط ڈرافٹ کیا ہے جو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بطرس غالی کے نام لکھا گیا ہے اور جس میں عراق کی پوزیشن کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

وزیر موصوف نے کہا کہ موجودہ فیصلہ ۱۹۶۳ء کی سرحدوں کے مطابق ہے جو عراق کو کسی طرح بھی منظور نہیں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ عراق کا مؤقف یہ ہے کہ کویت کو عراق سے کاٹ کر الگ کیا گیا تھا۔ اور اب جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ جغرافیائی اور تاریخی لحاظ سے نادرست ہے۔ عراق کے جن ماہرین نے اس کمیشن میں کام کیا تھا۔ انہوں نے پارلیمنٹ کو بتایا ہے کہ تین آزاد ماہرین نے خاص طور پر عراق کے حقوق کی مخالفت کرکے یہ فیصلہ حاصل کیا ہے۔ جب صحاف نے اپنی پارلیمنٹ میں اپنا بیان ختم کیا تو متعدد مقررین نے کھڑے ہو کر مشن کے فیصلے کی مخالفت کی [illegible] اس بات کا مطالبہ کیا کہ اس فیصلے [illegible] صورت بھی تسلیم نہ کیا جائے۔

گلے سڑے پھل

گلے سڑے پھل مل تو سستے ہی جاتے ہیں اور غریب عوام یہ سمجھ کر کہ ان کا گلا سڑا حصہ کاٹ دیا جائے گا اور باقی کھالیں گے انہیں خرید لیتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ گلے سڑے پھل کا باقی حصہ بھی کھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لئے کوئی بھی گلا سڑا پھل چاہے کتنا بھی سستا کیوں نہ مل رہا ہو۔ آپ نہ خریدیں اور نہ کھائیں یہ آپ کی صحت کا معاملہ ہے صحت کی حفاظت کریں یہ بہت لازمی بات ہے۔

ایک چھوٹی سی بات

اگر آپ رات زیادہ دیر تک [illegible] گے ہیں یا زیادہ دیر تک مطالعہ کیا ہے۔ دردماغی تھکن کی وجہ سے آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے ہیں تو کھیرے کی قاش آنکھوں پر رکھئے۔

اگر آپ کھیرے کو سلاد کے طور پر استعمال کر رہے ہیں تو اسے چھیل کر کاٹ کر اس پر لیموں اور سیاہ مرچ ڈال کر کھائیے۔ زیادہ مفید رہے گا۔

اگر آپ کا کوئی دوست شوگر کا مریض ہے تو اسے بتائیے کہ کھیرا اس کے لئے مفید ہے۔ وہ دن بھر میں ایک یا دو کھیرے ضرور کھائے۔

کھیرے کو ایک طرف سے تھوڑا سا کاٹ کر جب کھیرے کو رگڑیں تو جھاگ پیدا ہوتی ہے۔ یہ جھاگ منہ کے چھالوں کے لئے مفید ہے۔

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

ناقد یاد آ رہا ہے جس نے یہ کہا تھا۔ کہ ادب تنقید حیات ہے۔ آپ نے دیکھا، تنقید صرف حسن و قبح کی دریافت اور قدر کے تعین کا نام نہیں ہے، تنقید عمل تخلیق کو آگے بڑھانے کا نام بھی ہے۔

ایک رائج الوقت غلط فہمی یہ بھی ہے کہ ادیب معاشرے کا آلۂ کار ہوتا ہے۔ میں خود بڑی حد تک اس غلط فہمی میں شریک ہوں۔ مگر ادیب معاشرے کا آلۂ کار محض ان معنوں میں ہوتا ہے جن معنوں میں معاشرہ خود شاعر اور ادیب کا آلہ کار ہوتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ شاعر اور ادیب معاشرے کے مروجہ طرز احساس سے اپنا طرز احساس بناتے ہیں۔ معاشرہ انہیں واقعات و حقائق، تاثرات و واردات یعنی ادب کے لئے خام مواد مہیا کرتا ہے۔ یہاں تک تو مسئلہ سیدھا سادہ ہے۔ اس کے آگے ایک پیچیدہ بات ہے اور وہ یہ کہ سیاسی، معاشی، معاشرتی تبدیلیاں یا نظام مقدار کی تبدیلیاں تیزی سے ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن معاشرے کا نظام اقدار اتنی سرعت سے تبدیل نہیں ہوتا۔ اس طرح معاشرے کے مقداری نظام اور اقداری نظام میں ایک بُعد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس بُعد کو کم کرنے اور نظام اقدار و نظام مقدار کو ہم آہنگ کرنے کا کام فلسفی، معلّم اخلاق اور شاعر و ادیب کرتے ہیں۔ فلسفی صداقت کے نام پر، معلّم اخلاق، اخلاقیات کے نام پر اور ادیب حسن اور توازن کے نام پر اس ہم آہنگی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ادیب، یعنی معاشرے کے حساس ذہن، اس طرز احساس میں جو وہ معاشرے سے حاصل کرتے ہیں آہستہ آہستہ تبدیلی بھی کرتے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو مقداری اور اقداری نظام میں توازن و تناسب قائم رکھنے کا کام ناممکن ہو جائیگا۔

طرز احساس کی یہ تبدیلی بالآخر تاریخی تبدیلی میں منتج ہوتی ہے۔ جس طرح مقداری تبدیلیاں اقدار اور طرز احساس پر اثر انداز ہوتی ہیں اسی طرح طرز احساس کی تبدیلی بھی معاشرے کو اس بات کے لئے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ مقداری نظام کو طرز احساس کے ساتھ، اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرے اور اس کوشش سے تاریخی واقعات جنم لیتے ہیں۔ لیجئے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم محض ایک دائرے میں گھوم رہے ہوں۔ شاید کچھ ایسی ہی بات ہے۔ بہرکیف مجھے تو صرف اتنی سی بات کہنی تھی کہ اگر یہ صحیح ہے کہ شاعر اور ادیب معاشرے کے آلۂ کار ہوتے ہیں تو یہ بھی صحیح ہے۔ کہ معاشرہ خود شاعروں اور ادیبوں کا آلۂ کار ہوتا ہے۔ معاشرے نے علامہ اقبال کو پیدا کیا اور علامہ اقبال نے معاشرے کو پیدا کیا۔

ایک اور طریقہ سے دیکھئے تو ادب اور زندگی کا ایک رابطہ زبان کے ذریعے ہوتا ہے۔ زبان، معاشرے میں استعمال ہونے والے آلات و اوزار کی طرح معاشرے کی تخلیق بھی ہے اور معاشرے کی خالق بھی۔ ادب اپنا اظہار زبان کے واسطے سے کرتا ہے اور اسی واسطے سے وہ معاشرے کی تخلیق بھی ہوتا ہے اور اس کا خالق بھی۔ زبان ایک طرف تو اجتماعی شعور کو فطرت کے ساتھ مربوط کرتی ہے۔ اور دوسری طرف اجتماعی لاشعور (داخلی فطرت؟) اور اجتماعی شعور کے درمیان سفارت کا کام کرتی ہے۔ دراصل کسی معاشرے کے وجود کی بنیادی شرطیں آلات و اوزار اور زبان ہیں۔ آلات و اوزار انسان کو محض مقداری و مادی زندگی سے متعلق کرتے ہیں۔ لیکن زبان کا عمل دوگونہ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے معاشرے کے افراد کا تعلق مقدار اور اقدار دونوں سے قائم رہتا ہے۔ زبان کا مقداری رابطوں کے لئے استعمال اسے عامیانہ اور سطحی بنا دیتا ہے۔ شعوری اور فکری سطح پر زبان ساکن منجمد اور محدود ہو جاتی ہے "علامت" کے بجائے محض "نشان" بن جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جذبہ، احساس، تخیل اور وجدان کی سطح پر یا بہ الفاظ دیگر ادبی و شعری سطح پر زبان متحرک رہتی ہے اور اس میں معانی و مفاہیم کی مختلف سطحیں قائم رہتی ہیں اس طرح ادب زبان کو وسیع، عریض، رفیع و دلکش بنانے کا کام سرانجام دیتا ہے۔ سائنس اور فلسفہ میں، ساتھ ہی معاشرے کے روزمرہ کے کاموں میں زبان مقررہ مفاہیم اور معیّن اشاروں کے لئے استعمال ہوتی ہے، اس طرح وہ منجمد ہو کر گھس پٹ جاتی ہے، فرسودہ ہو جاتی ہے۔ ایک اور بات اور وہ یہ کہ سائنس اور فلسفہ میں زبان کا استعمال محض خاص مفاہیم کے لئے ہوتا ہے اور اسی لئے لفظوں کو ان کے صوتی و صوری تاثرات اور استعاراتی سطح سے ہٹا کر صرف معنی اور مفہوم کی سطح پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ لفظوں کا تعلق ٹھوس اشیا سے منقطع ہو جاتا ہے اور انہیں تجریدی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ادب لفظوں کے لئے زندگی بخش یوں ہوتا کہ وہ الفاظ اور ٹھوس اشیا کے رابطے کو استوار کرتا ہے۔ کسی مغربی ادیب نے کہا ہے کہ الفاظ روزمرہ کے استعمال سے اسی طرح میلے اور بھدے ہو جاتے ہیں جس طرح سکے اور نوٹ مختلف ہاتھوں سے گذر کر ٹوٹ جاتے ہیں، میلے ہو جاتے ہیں۔ پس ادب وہ بینک ٹھہرا جہاں سے الفاظ تازے اور نئے ہو کر نکلتے ہیں۔ لیجئے بات جہاں سے شروع ہوئی تھی پھر وہیں آ گئی۔ نوٹ، سکے، اور بینک۔ آپ نے دیکھا مقداری زندگی کے تقاضے بھی کتنے شدید ہیں۔

پچیس مئی کے شمارہ میں شائع ہونے والا مضمون "نیا وفاقی بجٹ" صفحہ ۷ ادارہ الفضل کے ایک رکن عبدالمغنی زاہد کی تحریر ہے۔ مضمون پر غلطی سے نام نہیں لکھا گیا۔

(ادارہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات واعلانات

اعلانِ نکاح: عزیز مرزا محمود احمد ابن مکرم مرزا مقصود احمد صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ پشاور وصوبائی امیر سرحد کا نکاح عزیزہ عالیہ ملک صاحبہ ایم۔بی۔بی۔ایس فائنل ایئر بنت مکرم ملک یوسف سلیم صاحب انچارج صیغہ زودنویسی ربوہ کا نکاح ستر ہزار روپے حق مہر پر مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ نے بیت المبارک میں ۱۳ رمئی ۱۹۹۲ء بعد نماز عصر پڑھا۔ عزیزہ عالیہ ملک محترم ملک ظہور الدین دھرم کوٹ رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ کی نواسی ہے

○ مکرم قاضی جمیل احمد صاحب ابن مکرم قاضی شریف احمد صاحب کا نکاح عزیزہ طیبہ طاہرہ بنت چوہدری عبدالشکور صاحب کے ہمراہ بعوض مبلغ دس ہزار روپے حق مہر پر احمدیہ بیت الذکر ملتان چھاؤنی میں مکرم چوہدری عبدالشکور صاحب نے بعد نماز جمعہ پڑھا۔

احباب ان رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔

تقریبِ شادی: مکرم محمد سرور صاحب ابن مکرم اللہ یار صاحب ساکن محلہ دارالعلوم غربی ربوہ کا نکاح عزیزہ امۃ القدوس صاحبہ بنت مکرم قاضی جمیل احمد صاحب ساکن ملتان چھاؤنی کے ہمراہ مکرم چوہدری عبدالشکور صاحب آف ملتان نے بعوض پانچ ہزار روپے حق مہر احمدیہ بیت الذکر ملتان چھاؤنی میں بتاریخ ۱۰ رجنوری کو پڑھا۔ ۹ راپریل کو ربوہ سے بارات ملتان چھاؤنی گئی اور ۱۰ راپریل کو ربوہ بر مکان اللہ یار صاحب دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ اور مکرم محمد اسماعیل صاحب منیر سیکرٹری حدیقۃ المبشرین نے بعد الطعام دعا کروائی۔

○ مکرم میر منظفر احمد صاحب ابن مکرم میر عبدالعزیز صاحب دارالنصر شرقی ربوہ کی تقریب شادی مورخہ ۱۴ رمئی ۱۹۹۲ء کو بر مکان مکرم محمد شریف صاحب دارالرحمت شرقی 'ب' ربوہ منعقد ہوئی۔ ۱۵ رمئی کو بوقتِ شام دفتر الفضل میں دعوتِ ولیمہ کا اہتمام ہوا۔

○ مکرم سلطان احمد صاحب ابن مکرم چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کی شادی مکرمہ مسرت جبیں صاحبہ بنت مکرم سردار محمد صاحب سے مورخہ ۱۵ رمئی ۹۲ء کو سانگلہ ہل میں بخیر و خوبی انجام پائی۔ مورخہ ۱۶ رمئی ۹۲ء کو مکرم سلطان احمد صاحب نے ربوہ میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ دعوت کے اختتام پر مکرم فرید احمد صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔

احباب کرام ان رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔

ولادت: مکرم عبدالحئی صاحب ابن مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شالامار ٹاؤن لاہور کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۱۸ رمئی ۱۹۹۲ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام "حسن علی" رکھا گیا ہے۔ بچہ وقفِ نو میں شامل ہے۔

○ محترمہ حمیدہ صاحبہ اہلیہ چوہدری ہدایت اللہ خان صاحب لکھتی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے منظور احمد منظر کو مورخہ ۱۴ رمئی ۱۹۹۲ء کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ بچے کا نام "عادل منظر" رکھا گیا۔ عزیز مکرم چوہدری رفاقت اللہ خان صاحب آف گلشن اقبال کراچی کا نواسہ ہے۔

احباب ان بچوں کی درازی عمر کے لئے دعا کریں۔

درخواستِ دعا: مکرم مجید احمد صاحب ریٹائرڈ وارنٹ آفیسر پیشاب میں رکاوٹ کیوجہ سے بیمار ہیں۔ ان کے پراسٹیٹ گلینڈز کا اپریشن اسلام آباد میں ہو گیا ہے۔

○ مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب قائد ضلع منظفر گڑھ کا ہرنیا کا اپریشن ہوا ہے۔

○ عزیزہ ثمرہ ظہور صاحبہ (واقفہ نو) بنت مکرم ظہور احمد خان صاحب (یارو والا) بیمار ہیں۔

○ عزیز آصف احمد سیف (واقف نو) ابن مکرم خورشید احمد خان سیکرٹری مال یارو والا بیمار ہے

○ مکرمہ غلام جنت خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم خورشید احمد خان صاحب بیمار ہیں۔

○ مکرم محمد حسین چوہدری صاحب سکنہ پنڈی دھوتھراں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔ مندرجہ ذیل احباب کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

چوہدری غلام حیدر صاحب کلرہ کلاں تحصیل و ضلع گجرات بوجہ بخار بیمار ہیں۔ عزیز لقمان احمد بعمر ۸ ماہ بوجہ خسرہ بیمار ہے عزیز منیب احمد بعمر ۷ ماہ بوجہ اسہال بیمار ہے۔ عزیز یاسر محمود بعمر ۱۳ رسال بعارضہ دمہ علیل ہے۔

○ عزیز عرفان سعید بدر ابن مکرم سعید احمد صاحب بدر فیکٹری ایریا ربوہ ایک ہفتہ سے ملیریا بخار کیوجہ سے بیمار ہے۔

○ مکرم سید طاہر محمود صاحب ناصر مربی سلسلہ کی والدہ محترمہ کئی دنوں سے شدید بیمار ہیں۔

○ صوبیدار چوہدری اسلام صاحب چک نمبر ۳۸ ضلع سانگھڑ بیمار ہیں۔

احباب ان سب کے لئے دعا کریں۔

سانحہ ارتحال: مکرم شیخ عبدالرشید صاحب صدر حلقہ گوالمنڈی راولپنڈی کا بیٹا مسمی عطاء العلی جو کہ پھیپھڑوں کے ثانوی کینسر میں مبتلا تھا۔ تقریباً ۳ رماہ تک شدید تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد ۱۶ رسال کی عمر میں ۲۷ اور ۲۸ راپریل ۹۲ء کی درمیانی شب تقریباً ۱۲ ربجے وفات پاگیا۔ عزیز گورنمنٹ سروسز ہسپتال اسلام آباد میں پچھلے دو ماہ سے داخل تھا۔ اگلے روز یعنی ۲۸ راپریل بعد نماز عصر مکرم عبدالسلام طاہر صاحب مربی سلسلہ راولپنڈی نے بیت الحمد راولپنڈی میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بعد تدفین جو احمدیہ قبرستان اسلام آباد میں عمل میں آئی۔ آپ ہی نے دعا کرائی۔

○ محترمہ ہاجرہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد شفیع صاحب مانگٹ ۸۰ سال کی عمر میں مورخہ ۲۹ راپریل ۹۲ء کو شکور پارک ربوہ میں وفات پاگئیں۔ موصوفہ عبدالستار صاحب مانگٹ کی والدہ تھیں۔

احباب ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔

کامیابی: مکرمہ خالدہ عباسی صاحبہ کوارٹر نمبر ۴۹ صدر انجمن احمدیہ ربوہ اطلاع دیتی ہیں کہ ان کی بیٹی سلمیٰ نگہت ہر سال خدا کے فضل سے اپنی کلاس میں اول پوزیشن حاصل کرتی رہی ہے اس سال بھی خدا کے فضل سے ماڈرن ایجوکیشن سکول سے کلاس ٹو سے ۲۴۹/۲۵۰ نمبر لیکر اپنی کلاس میں اول آئی ہے۔ احباب عزیزہ کی مزید کامیابیوں کیلئے دعا کریں۔

مجلس نابینا ربوہ کے تحت تربیتی کورس

○ مجلس نابینا ربوہ مورخہ ۱۵ رجون تا ۲۲ جون اپنے نابینا ممبران کیلئے ایک تربیتی کورس کا انعقاد کر رہی ہے۔ مجلس کے تمام اراکین سے درخواست ہے کہ وہ اس میں شرکت فرمائیں۔ اور اپنی شمولیت کی اطلاع مجلس کو دیں

حافظ محمد ابراہیم۔ جنرل سیکرٹری مجلس نابینا ربوہ
کوارٹر نمبر ۲۷۔ تحریک جدید۔ ربوہ

اعلانِ گمشدگی: مورخہ ۲۰ رمئی ۹۲ء کو بیت الاقصیٰ سے ناصر پبلک سکول تک راستہ میں ایک عدد سونے کی انگوٹھی زنانہ گم ہو گئی ہے اگر کسی صاحب کو ملے تو براہِ کرم خاکسار کو پہنچا کر ممنون فرمادیں۔ شیخ محمود احمد سعید
کوارٹر تحریک جدید نمبر ۵۷۔ ربوہ۔

پتہ درکار ہے: مکرم شیخ سعید احمد صاحب ولد شیخ غلام محمد صاحب وصیت نمبر ۲۱۲۳۴ نے محمود آباد ضلع تھرپارکر سندھ سے وصیت کی تھی۔ موصی اب وہاں نہیں ہے۔

○ مکرمہ امۃ الرشید رضا صاحبہ (عرف رشیدہ بیگم) بنت سید موسیٰ رضا صاحب اہلیہ عطاء اللہ شاہد صاحب وصیت نمبر ۲۲۰۴۶ نے ۱۹۷۵ء میں محمد آباد ضلع تھرپارکر سندھ سے وصیت کی تھی۔ بعد میں موصیہ نے چینوٹ میں رہائش اختیار کر لی۔

○ محترمہ اللہ رکھی صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری منشی خان صاحب ساکن بھٹیاں ضلع گورداسپور کا موجودہ پتہ درکار ہے۔

○ مکرم جان محمد صاحب ولد مکرم نور بخش صاحب ساکن شیخ والی ڈاکخانہ میانوال ارائیں ضلع جالندھر کا موجودہ پتہ درکار ہے۔ اگر موصی خود یہ اعلان پڑھیں یا کسی اور دوست کو ان کے موجودہ پتہ کا علم ہو تو مطلع کریں۔

سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ

جب ایسی عادل اور کریم ذات کے ساتھ کوئی کامل تعلق پیدا کرلے تو اس سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہوگا۔ بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس کا فیصلہ کرلے۔
(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

بقیہ: صدا سے آگے

کے دروازہ کو اپنے اوپر بند کرنا ہے ہاں جسمانی طور پر اولاد وغیرہ کے لئے کسی معین نعمت کا طلب کرنا منع نہیں۔ لیکن روحانی لحاظ سے ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات طلب کرتے چاہئیں اور اس امر کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ کونسا انعام ہمیں دینا ہے کیونکہ وہی اس امر کو بہتر سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے قویٰ اور ہماری دماغی بناوٹ کے مناسب حال کونسا روحانی انعام ہے۔ غرض نسلوں کو درست رکھنا اعلیٰ مقاصد کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے مگر اس کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہے اور اس نظام کو قائم کرنے کے لئے مختلف تحریکات ہوتی رہتی ہیں وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نئی چیزیں ہیں وہ غلطی پر ہیں اگر حالات کے مطابق ہم تبدیلی اختیار نہیں کریں گے تو عقلمندی سے بعید ہوگا جیسے اگر کوئی شخص موٹر کو تعیش کی چیز سمجھ کر اس سے کام نہ لے یا ریل کے ہوتے ہوئے پیدل سفر کرنے پر اصرار کرے تو یہ اس کی نادانی ہوگی۔ پس ضروری ہے کہ انعامات کے حصول کے لئے مقررہ نظام کے ماتحت سب دوست مل کر کام کریں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ راکتوبر ۱۹۳۸ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ افغانستان کے صدر پروفیسر صبغت اللہ مجددی نے کہا ہے کہ میں اقتدار ایک ماہ کے بعد نئی حکومت کو منتقل کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں تھک چکا ہوں وقت سے پہلے اقتدار چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن میں معاہدہ پشاور پر قائم رہوں گا۔ انہوں نے دو روزہ دورے پر پاکستان آنے کے بعد ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان افغانستان کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کر رہا پاکستان کا مشورہ ہمارے لئے ہمیشہ سودمند ثابت ہوا ہے انہوں نے اس پریس کانفرنس میں جو وزیراعظم پاکستان کی موجودگی میں کی گئی کشمیریوں کے حق خود اختیاری کی حمایت کی۔

○ پنجاب اسمبلی کو بتایا گیا ہے کہ حکومت پنجاب نے ۹۱-۱۹۸۸ء کے عرصے میں ۲۸ اراکین اسمبلی اور ان کے رشتہ داروں کو اعلیٰ علاج کے لئے بیرون ملک بھجوایا ہے جس پر ایک کروڑ ۳۸ لاکھ ۷۷ ہزار روپے خرچ آئے۔

○ صدر مملکت نے سیالکوٹ سرگودہا اور سکھر کے سرکاری ملازمین کو بگ سٹی الاؤنس دینے کا اعلان کر دیا ہے۔

○ افغان لیڈر مولوی یونس خالص نے حکمت یار اور احمد شاہ مسعود کے درمیان طے پانے والے سمجھوتے کے اس حصے کو مسترد کر دیا ہے جس میں ۶ ماہ میں عام انتخابات کروانے کا اعلان کیا گیا ہے۔

○ بھارتی وزیر داخلہ نے کہا ہے کہ پاک بھارت تعلقات پر کشیدگی کا سایہ ہے انہوں نے الزام لگایا کہ پاکستان پنجاب اور کشمیر میں دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔

○ سلک پاور لومز کے مالکان نے ایکسائز ڈیوٹی میں کمی کرنے کی حکومت کی پیشکش مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ایکسائز کی مد میں ایک پیسہ بھی دینے کو تیار نہیں۔ جب تک حکومت بجٹ واپس نہیں لیتی تب تک نہ تو بجلی کا بل ادا کیا جائے گا اور نہ ٹیکس دیں گے۔

○ لاڑکانہ اور اس کے گرد و نواح میں گرمی کی شدت سے ۷ افراد ہلاک اور ۵۰ بے ہوش ہو گئے۔

○ سندھ میں آپریشن کے خوف سے ڈاکوؤں نے شہروں کا رخ کر لیا ہے متعدد ڈاکوؤں نے اسلحہ زیر زمین چھپا کر عام دیہاتیوں کی طرح زندگی گزارنی شروع کر دی ہے۔

○ قومی اسمبلی میں سندھ میں آپریشن کے مسئلے پر زبردست تقاریر کی گئیں۔ مجموعی طور پر ۲۶ اراکین نے تقاریر کیں۔ بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو نے کیا ان کا جواب دینے کے لئے وفاقی وزیر الٰہی بخش سومرو اٹھے اور چند جملے بولنے کے بعد خاموش ہو گئے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ تقریر ادھوری چھوڑ کر بیٹھ گئے بعد ازاں انہوں نے کہا کہ بی بی (بے نظیر) نے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ بس کرو! اس پر میں خاموش ہو گیا کیونکہ خاتون کی بات ٹالی نہیں جا سکتی۔

○ لاہور میں محکمہ ڈاک کے ملازمین نے چیئرنگ کراس پر مہنگائی کے خلاف مظاہرہ کیا۔

○ سعودی عرب نے حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے سعودی عرب آنے والے افراد سے کہا ہے کہ عازمین حج سیاسی سرگرمیوں سے باز رہیں اپنے ساتھ کسی قسم کا سیاسی پراپیگنڈہ لٹریچر نہ لائیں کیونکہ یہ تمام چیزیں حج کے مقدس مقصد کو تباہ کر دیتی ہیں۔ وزارت خارجہ نے امید ظاہر کی ہے کہ عازمین حج اپنے قیام کے دوران کوئی گڑبڑ نہیں کریں گے۔

○ بھارت اور امریکہ کے درمیان مشترکہ بحری مشقیں شروع ہو گئی ہیں۔

○ یورپی برادری نے بوسنیا کے عوام پر سربیا کے مسلسل حملوں اور قتل عام کے خلاف سربیا پر اقتصادی پابندیاں لگانے کی سفارش کی ہے۔

○ تازہ اطلاعات کے مطابق سربیا کی افواج نے بوسنیا میں مارٹر توپوں سے گولہ باری کی جس سے ۳۰ افراد ہلاک اور ۱۰۷ زخمی ہو گئے۔ یہ افراد جن میں زیادہ تر بوڑھے اور عورتیں شامل ہیں قطاروں میں کھڑے ڈبل روٹی خرید رہے تھے۔

○ روس کے صدر بورس یلسن نے کہا ہے کہ وہ دوسری بار روس کی صدارت کا انتخاب نہیں لڑیں گے۔ روسی سیاست کو اس بیان سے شدید جھٹکا لگنے کا امکان ہے۔

○ دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ اسلام آباد اور نئی دہلی میں دونوں ملکوں کے تعلقات کے بارے میں ہونے والے ناخوشگوار واقعات کا اثر پاک بھارت مذاکرات پر نہیں ہونا چاہیئے یہ مذاکرات دونوں ملکوں کے تعلقات بہتر بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ ۳۱ مئی کو نئی دہلی میں شروع ہونے والے سیکرٹریوں کی سطح کے مذاکرات جو ملتوی کر دیئے گئے ہیں ان کو جلد بحال ہونا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ ماہ کے وسط میں برازیل میں دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم کی بات چیت کی راہ ہموار کی جا سکے۔

○ پاکستان نے بھارتی سفارتکار کو بھارت لے جانے کے لئے بھارت کا فوجی طیارہ پاکستان لانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔

○ مصری شاہ لاہور میں تجاوزات گرانے والے کارپوریشن کے ایک انجینئر کو ایک دکاندار نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ موقع پر موجود ڈی ایس پی اور سب انسپکٹر اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ دکاندار نے پان سگریٹ کی دکان تجاوزات پر بنا رکھی تھی جس کو کارپوریشن کا عملہ گرا رہا تھا۔ لاہور میں میئر کے حکم پر تجاوزات گرانے کی زبردست مہم آجکل جاری ہے۔

○ ملک غلام مصطفےٰ کھر نے کہا ہے کہ میں نے صدر کو بار بار حکومت کی سیاہ کاریوں سے آگاہ کیا ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ اے پی سی کی تحریک کامیابی کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔

شیخ فہیم صاحب متوجہ ہوں

مکرم شیخ فہیم احمد صاحب جو گولبازار ربوہ میں پراپرٹی ڈیلر کا کام کرتے تھے غالباً آج کل کراچی میں ہیں۔ ان کے ایڈریس کی نظارت امور عامہ کو ضرورت ہے ان سے کسی طرح رابطہ نہیں ہو سکا۔ کسی دوست کو ان کے بارہ میں معلوم ہو تو براہ کرم فوری طور پر نظارت کو اطلاع دیں۔ نیز اگر مکرم شیخ فہیم احمد صاحب خود یہ اعلان پڑھیں یا سنیں تو فوری طور پر نظارت سے رابطہ قائم کریں۔

(ناظر امور عامہ)

رشید الیکٹرک سٹور
ریلوے روڈ۔ ربوہ
ڈیلر پاک فین۔ تمام ورائٹی دستیاب ہے۔ بریکٹ فین۔ سیلنگ پیڈسٹل۔ ایگزاسٹ۔ واشنگ مشین

اعلیٰ کوالٹی۔ خوبصورت ڈیزائن۔ نئے ماڈل
رسٹ واچ۔ وال کلاک۔ ٹائم پیس۔ کیلکولیٹر
انصاف واچ ہاؤس اقصیٰ روڈ ربوہ نعیم البشارت

دنوں کا کام گھنٹوں میں
لیزر پرنٹر پر کمپیوٹرائز کتابت کروائیے (اردو + انگلش) ہر قسم کی کتب، رسائل، سکولز کی دستاویزات، ادویات کی فہرستیں و لیبلز، لیبارٹری رپورٹس و دیگر ہر قسم کی دفتری دستاویزات وغیرہ کی کمپوزنگ و پرنٹنگ کا مرکز۔ کمپیوٹر ٹریننگ + ٹائپنگ کی کلاسز شروع ہیں
انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر کمپوزنگ یادگار چوک ربوہ۔ فون ۸۸۱